''جس نے بغیر علم کی اللہ کی عبادت کی تو وہ جتنی اصلاح کرے گا اس سے کہیں زیادہ فساد برپا کرے گا''۔

چنانچہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے کے لیے تین اوصاف کا ہونا ضروری ہے: علم، رفق اور صبر۔ علم امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے سے پہلے ضروری ہے، رفق (نرمی) اس کی انجام دہی کے وقت اور صبر اسے انجام دینے کے بعد۔ بعض علماء سلف سے منقول ہے:

لا يأمر بالمعروف و ينهى عن المنكر الاّمن كان فقيهاً فيما يأمر به فقيها فيما ينهى عنه، رفيقا فيما يأمر به رفيقاً فيما ينهى عنه، حليماً يأمر به حليماً فيما ينهى عنه۔ (الحسبۃ: ص ۴۸)

''کوئی شخص معروف کا حکم نہ دے اور منکر سے نہ روکے، مگر وہ اچھی طرح جانتا ہو کہ کس چیز کا حکم دے رہا ہے اور کس چیز سے روک رہا ہے۔ اسی طرح وہ معروف کا حکم دیتے ہوئے اور منکر سے روکتے ہوئے نرمی برتے۔ معروف کا حکم دیتے ہوئے اور منکر سے روکتے ہوئے وہ بردبار ہو''۔

یہ بات بھی جاننی چاہیے کہ بہت سے لوگ اپنے اندر ان صفات کو بہ درجۂ اتم نہیں پاتے تو سمجھتے ہیں کہ ان سے یہ فریضہ ساقط ہو گیا ہے، پھر وہ اس سے دست بردار ہو جاتے ہیں۔ حالاں کہ یہ صحیح نہیں ہے، کیوں کہ ترک واجب معصیت ہے۔ لہٰذا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی انجام دہی ہر حال میں کرنا ہے اور اس کے لیے مطلوبہ صفات بھی اپنے اندر پیدا کرنا ہے، ورنہ قوم اور سماج کو شر، مصیبت اور پریشانی لاحق ہوگی، جو آخرت میں ناکامی کا باعث ہوگی، لہٰذا اس سے بچنے کی حتی الامکان کوشش کرنی چاہیے۔ (الحسبۃ: ص ۴۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ

(الشوریٰ: ۳۰)

''تم لوگوں پر جو بھی مصیبت آئی، تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آئی

ہے اور بہت سے قصوروں سے وہ ویسے ہی درگزر کر جاتا ہے''۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَ لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (السجدۃ:۲۱)

''اس بڑے عذاب سے پہلے ہم اس دنیا میں کسی نہ کسی چھوٹے عذاب کا مزا انھیں چکھاتے رہیں گے، شاید کہ یہ باز آجائیں''۔

قرآن مجید میں ایسی بہت سی آیات ہیں، جن میں دنیا کی برائیوں، شر اور فساد کو آخرت کے عذاب اور شر کا باعث قرار دیا گیا ہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو انجام نہ دینا ہی دنیا میں شر و فساد کا باعث ہے، جس کا خاتمہ عذاب آخرت پر ہوگا۔

اسلام کی دعوت

مولانا سید جلال الدین عمری

رسول کی تعریف اور اس کی ذمہ داریاں، حضرت محمد مصطفی ﷺ کا عظیم کارنامۂ دعوت، مباحثِ دعوت، دعوت اور اتباع، دعوت و اصلاح کی ترتیب، دعوت کے اصول و آداب، انکار دین کے اسباب، دعوت کے لیے ضروری اوصاف (ایمان باللہ، ایمان بالآخرۃ، نماز، زکوۃ، اخلاص اور استقامت) دعوت اور تنظیم، اور تنظیم کیسے مستحکم ہوتی ہے؟ جیسے اہم اور ٹھوس موضوعات پر خالص داعیانہ گفتگو۔ کتاب کے مطالعے سے قاری پر دعوت و تبلیغ کا تصور واضح ہوگا اور اسے اپنے اندر کارِ دعوت کے لیے جذبہ و حرارت کا بھی احساس ہوگا۔ فاضل مصنف کی نظر ثانی اور ضروری حذف و اضافہ کے بعد تازہ اور دلکش ایڈیشن۔

صفحات: ۳۴۴ قیمت: ۲۰۰ روپے

ملنے کے پتے

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی، پوسٹ بکس نمبر ۹۳، علی گڑھ۔ ۲

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، D-307، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی۔ ۲۵

امیر خسرو کی تصنیف 'خزائن الفتوح'
ثقافتی و معاشرتی مطالعہ

ڈاکٹر محمد امین عامر

حضرت امیر خسروؒ (۶۵۱ھ/ ۱۲۵۳ء تا ۷۲۵ھ/ ۱۳۲۵ئ) ہندوستان میں فارسی زبان و ادب کے سب سے بڑے شاعر تسلیم کیے جاتے ہیں۔ان سے قبل اور بعد میں بھی فارسی کے بہت سے شعراء و ادباء گزرے ہیں، لیکن ہندوستان کے فارسی شعراء میں امیر خسروؒ کا جو مقام و مرتبہ ہے، وہ آج تک کسی ہندوستانی شاعر کو حاصل نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ فارسی زبان و ادب میں ان کی عظمت کو ایران کے بڑے بڑے شعراء نے بھی تسلیم کیا ہے۔

امیر خسرو کی نثری تصنیف 'خزائن الفتوح' [۱] میں سلطان علاء الدین خلجی کی فتوحات اور نظمِ حکومت کے حالات و واقعات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، لیکن ان سے صرف نظر کرتے ہوئے اس مقالے میں کتاب میں درج صرف ہندوستانی تہذیب و معاشرت پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی جائے گی۔

کتاب کے آغاز میں اللہ کی حمد و ثنا اور بارگاہ رسالت میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> الحمد للفتاح الذی فتح خزائن الفتوح علی دین محمد و أعز جمع أنصاره بنصر مؤید عزّ شأنه وعلی سلطانه و الصلاة علی نبی ۔۔۔۔و لقدنصر کم اللہ ببدر "(ص۱)

جس طرح اللہ نے اپنے نبی کو جنگِ بدر میں کامیابی عطا فرمائی اور اس کے بعد سے ان کے لیے فتوحات کے دروازے وا کر دیے بعینہ اس کتاب کو 'خزائن الفتوح' کے نام سے منسوب کیا گیا ہے، کیوں کہ اس میں سلطان

علاء الدین کی فتوحات درج ہیں۔

اس کے بعد مصنف کتاب کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''رقم سنج مدایح شہنشاہی علائی بندہ خسرو کہ قلمس ہر چند پابند کند و تمامی عرصۂ سیاہی و پیدی را دست بدست و انگشت بہ انگشت بہ پیمایۂ از اول پایۂ محامد ایں شاہ درنتواند گذشت ۔۔۔ الخ'' (ص، ۲۔۳)

شہنشاہ علاء الدین کی تعریف وتوصیف اور اس کے حکومتی کارناموں سے متعلق میں نے قلم اٹھایا۔ چناں چہ جو کچھ میں نے مشاہدہ کیا اسے من وعن بیان کر دیا ہے۔

اس کے بعد خسرو لکھتے ہیں:

''کتاب کا بخطاب خزاین الفتوح تذہیب یافتہ است از فتح دیو گیر ۔۔ تا ارنگل ۔۔ قلم از صد معانی یکی در بیان آرم'' (ص۔۵)

اس کتاب 'خزائن الفتوح' میں ،میں نے دیوگیر سے ارنگل تک کے سو(۱۰۰) فتوحات کا ذکر کر دیا ہے۔

'تاریخ علائی' پر مشتمل اس کتاب میں ۶۹۵ھ سے لے کر ۷۱۱ھ تک یعنی کل سولہ (۱۶) سال کے فتوحات اور واقعات درج ہیں۔ کتاب کا اختتام خسرو اس عبارت پر کرتے ہیں:

''بفضل خالق قلم ایں فتحنامہ کہ مثالی است از دیوان انشای خسروی موشح بطغرای ابوالمظفر محمد شاہ السلطان اختتام یافت'' ۔ (ص ۱۷۰)

'خدا کے فضل و کرم سے، جس نے خسرو کو قلم عنایت کیا، یہ فتح نامہ یعنی 'خزائن الفتوح' (جو میرے اپنے دیوان کے مقابلے میں مثالی ہے) ابو المظفر محمد شاہ سلطان کے بیان پر ختم ہوا'۔

عوامی اصلاحات اور رفاہی امور پر ایک نظر

حکومت خواہ کسی کی بھی ہو، عوام اصلاحات اور رفاہی امور کے سایے میں سکون و

عافیت کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ عہدِ علائی میں ان امور کی جانب جو توجہ مبذول کی گئی، خسرو نے اسے بیان کرنا اپنا فرضِ منصبی سمجھا، تاکہ آئندہ ہر حکومت انہی بنیادوں پر استوار ہو سکے اور عوام کو اعتماد میں لے کر حکم رانی کی جا سکے۔ عوامی اور معاشرتی سکون و چین سے حکومت بھی عافیت محسوس کرتی ہے اور اسے یک گونہ اپنی کام یاب حکم رانی کا احساس ہوتا ہے۔

عوامی اصلاحات اور رفاہی امور سے متعلق خسرو لکھتے ہیں:

''دو شنبہ وزمہ حج دو روزہ بیست تاریخ سال ششسد و پنج و نودھمان دریں تاریخ ایں اولوالامر ندای اطیعوا امری از شرق تا غرب درداد''۔ (ص ۱۲)

'بروز سوموار، ۲۰/ذی الحجہ ۶۹۵ھ کو تخت سلطنت پر تسلط پانے کے بعد سلطان نے پورے ملک میں مشرق سے مغرب تک اپنی حکم رانی کا اعلان کروادیا'۔

اس کے بعد خسرو کا یہ بیان ہے:

''اول آنکہ از شرق تا غرب و جنوب تا شمال مماکب چندیں بار خراج رعایا بہ بخشد و دیگر زرھای کہ رایان ہند از دور مہراج و بکرماجیت گرد آوردہ بودند ۔۔۔ و بیت المال را بجا بہ مالا مال گرداند ۔۔۔ و بہ میزان سنیسلہ زرمی بخشد تا ہر کہ صفراست حوت دار غرق تنکۂ سیم و زرفی شود۔'' (ص ۱۴)

رعایا کی راحت رسانی کے لیے علاء الدین نے سب سے پہلے لائق تحسین اور قابلِ قدر اقدامات کیے۔ وہ یہ تھے کہ اس نے اپنی بے انتہا جود و سخاوت اور فیاضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے رعایا پر لگایا گیا زمین کا ٹیکس بالکل معاف کر دیا۔ مزید ان پر یہ احسان و کرم کیا کہ مہراج اور بکرماجیت کے زمانے کی ہاتھ آئی ہوئی دولت مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھیلی ہوئی غریب رعایا میں تقسیم کروا دی، تاکہ ملک کا کوئی فرد، دست نگر اور محتاج نہ رہے، یہاں تک کہ جنگی مہم کے دوران جو مالِ غنیمت ہاتھ لگا اس کو علاء

الدین نے غرباء ومساکین میں خیرات کروادیا۔

خسرو مزید رقم طراز ہیں:

’باز برای وسعت معاش عامہ خلق محترفۂ گران فروش را از بار خریدن بسک گردانید ورئیسی راست کار برسر ایشان گماشت کہ بابا زگانا زبان آور بزبان درۂ عدل سخن گوید وبی زبانا نرا زبان دہد۔۔۔علی العموم بہ برآہن بلکہ بر دلہای آہنی ایشان نشست۔‘‘ (ص۱۶)

رفاہی امور سے متعلق علاء الدین کا قابلِ قدر کارنامہ یہ بھی تھا کہ اس نے عام پبلک کے لیے وسائلِ روزگار کے حصول میں آسانیاں مہیا کیں، جس کی وجہ سے ہر شخص آسودہ حال اور خوش حال ہو گیا۔ نیز دوکان داروں کے ٹیکس میں کمی کردی، تاکہ وہ مہنگے داموں سامان فروخت کرنے سے باز رہیں اور ان کی نگہبانی پر ایمان دار افسروں کو مقرر کیا، تاکہ کوئی بھی دوکان دار گاہکوں کے ساتھ سخت زبانی نہ کرے اور ان کے ساتھ خرید و فروخت کے معاملے میں بے ایمانی کا رویہ نہ اپنائے۔ اگر کوئی دوکاندار ڈنڈی مارتا ہوا پکڑا جاتا تو اسے سخت سزا دی جاتی۔ اسی طرح عہدِ علائی میں عدل و انصاف کا ایک مستقل نظام قائم کیا گیا تھا اور کوئی شخص بھی اس کے قائم کردہ نظام عدل وقسط میں خلل ڈالنے کی جرأت نہ کرسکتا تھا۔ اس کے دور میں امن وسکون کا ایسا ماحول قائم تھا کہ شیر اور بکری ایک ساتھ ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے اور ہرن کے بچے بے خوف وخطر شیروں کی موجودگی میں چوکڑیاں بھرا کرتے تھے۔ غرض کہ ہر طرح کے مجرموں اور ظالموں سے ملک کو پاک کردیا گیا تھا اور امن وامان کی فضا میں ہر شخص کو چین کی بانسری بجانے کی آزادی تھی۔ (ص ۱۷ تا ۱۹)

عصر حاضر کی ہندوستانی سیاست، معیشت، تجارت اور امن وامان کی کیفیت کا آج سے تقریباً آٹھ سو (۸۰۰) سال پہلے کی مسلم حکومت سے موازنہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ وہ عہد کتنا ترقی یافتہ اور متمدن تھا، جب کہ آج فقط جمہوریت اور سیکولرزم کے فلک شگاف نعروں اور قومی فلاح و بہبود کے بلند بانگ دعووں نے مکار اور منافق لیڈروں

اور حکم رانوں کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے۔ ہر کوئی اپنی تن آسانی میں محو ہے اور غریب رعایا کا حال بد سے بدتر ہے۔ گھوٹالے پر گھوٹالے ہو رہے ہیں اور ملکی نظام درہم برہم ہے۔ ان حالات میں عہد علائی کی خوش آیند تصویر کشی ہم ہندوستانیوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔

علاء الدین نے ملک کو پاکیزہ اور صالح معاشرہ بھی عطا کیا تھا۔ وہ خود بھی نیک طبیعت، پابند شریعت اور پاکیزہ اخلاق و کردار کا حامل انسان تھا۔ اس نے ہر طرح کی فحاشی فسق و فجور اور برئیوں کو دور کرنے کی خاطر جو اقدامات کیے اس پر خسرو قلم طراز ہیں:

> ''شریعت خاصۂ آن ذات مطہر است وآنز کہ ام الخبائث است ونبت الکروم وہمشیرۂ نیشکر با جملگی آن کار از مجلس فساد بیر دۂ صلاح آوردہ۔۔۔ شاہدان کہ زلف در بنا گوش نشان دہ برای فساد زنجیر فی بریدند و پای کشادہ فی گشتند ہمہ بعقد حبالہ پای بند گشتہ۔۔۔ وآنکہ در ایام فساد ریشۂ دانی ایشان بجای کشیدہ کہ در پردۂ ستر بہنگام تافتن ریشۂ دامنی بند امت تمام دست بردست فی مالند، فی الجملہ ہر چہ مادۂ فسق و فجور بود ھمہ منقطع گشت۔''
>
> (ص۔ ۱۷۔۱۹)

شراب کی خرید و فروخت اور اس کے استعمال پر پابندی، تمام فحش اور معاصی امور کے اڈوں کو بند کرنا، طوائفوں اور ہجڑوں کو ان کے ناجائز اور آبرو باختہ پیشوں سے نجات دلا کر انہیں شادی کے بندھن میں باندھنا اور تحفظ عزت فراہم کرنا، نیز چوروں، بدمعاشوں، لٹیروں اور ڈاکوؤں سے معاشرہ کو پاک کرنا، مرد وزن کے آزادانہ اختلاط اور ہم جنس پرستی پر قدغن لگانا اور اسی طرح کے دیگر بے حیائی، بے شرمی اور اباحیت پسندی کے کاموں سے علاء الدین نے سماج کو بالکل پاک کر دیا تھا، تاکہ عوام ہر طرح کے شر و فساد سے دور رہ کر امن وسکون سے زندگی بسر کرسکیں۔

آج کے جمہوری اور خدا بیزار نظامِ حیات میں کون سی ایسی برائی نہیں ہے جو